الگ الگ منعقد ہوئے جن میں مقالات پڑھے گئے اور تقریریں ہوئیں۔ مندوبین میں ایک خاصی تعداد خواتین کی بھی تھی۔ ان کا اجلاس الگ منعقد ہوا۔ تجاویز منظور کی گئیں۔ قیام وطعام کا انتظام خاطر خواہ تھا۔ پٹنہ کے باہمت مسلمان لائق مبارک باد ہیں کہ انھوں نے اتنی بڑی کانفرنس کا اہتمام وانتظام کیا، خصوصًا یہ دیکھکر بڑی مسرت ہوئی کہ بہار کے مسلمان تعلیم یافتہ نوجوانوں میں بڑی بیداری اور مخلصانہ کام کرنے کا بڑا جذبہ ہے۔ انھوں نے اپنی الگ ایک تنظیم قائم کررکھی ہے جس کے ماتحت وہ مسلمانوں کی مذہبی، سماجی اور معاشی اصلاح کے سلسلہ میں مفید خدمات انجام دے رہے ہیں، لیکن ان کو ضرورت صحیح رہنمائی کی ہے۔ ہمارے علمار کی یہ ایک بڑی افسوسناک کوتاہی اور عاقبت نااندیشی ہے کہ انھوں نے وعظ وتقریر یا پیری مریدی کی راہ سے عام مسلمانوں سے تو ربط رکھا، لیکن تعلیم جدید کے نوجوان طبقہ سے ربط پیدا کرنے اور ان کے مسائل ومعاملات پر غور کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ علمار کا دائرۂ اثر واقتدار صرف عوام تک محدود ہوکر رہ گیا ہے اور تعلیم یافتہ طبقہ ان کے اثر سے آزاد ہوتا جارہا ہے، البتہ جماعت اسلامی نہایت منظم طریقہ پر اور دل کی لگن سے اس خلا کو پر کررہی ہے اور تعلیم یافتہ نوجوانوں پر اس کا نفوذ واثر روز بروز بڑھتا جارہا ہے، یہ صورت حال جہاں بجائے خود خوش آیند اور امید افزا ہے وہاں علمار کے لئے بھی ایک لمحۂ فکریہ مہیا کرتی اور ان کو احتساب نفس کی دعوت دیتی ہے۔ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ۔

انھیں دنوں لکھنؤ میں اردو زبان کے غیر مسلم ادیبوں اور شاعروں کی اور پھر اردو زبان کے اخبارات کے اڈیٹروں کی کانفرنسیں بھی بڑے پیمانہ پر منعقد ہوئیں اور کامیاب رہیں۔ ان دونوں کانفرنسوں سے ایک مرتبہ پھر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ اردو کو صرف مسلمانوں کی زبان کہنا دن کے وقت سورج کے وجود سے انکار کرنا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ دیکھکر سخت حیرت ہوتی ہے کہ اور تو اور بعض مسلمان بھی مسلمانوں کے لئے لسانی اقلیت اور اردو کے لئے اقلیتی زبان کی اصطلاح استعمال کرنے

لگے ہیں چنانچہ وزارت داخلہ کے نائب وزیر جناب محسن صاحب نے بھی پچھلے دنوں اپنے ایک بیان میں اردو کو اقلیت کی زبان کہا ہے، بے شبہ مسلمان ایک مذہبی اقلیت ہیں، کیونکہ مذہب میں ان کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ لیکن وہ لسانی اقلیت کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ اسی زبان میں ان کے ساتھ ان کے برادران وطن بھی شریک ہیں، صرف یہی ایک غلط تصور ہے جو اردو کی موجودہ مشکلات کا سبب بنا ہوا ہے، اس بنا پر اردو کا مسئلہ ایک اقلیتی مسئلہ ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ خالص قومی اور جمہوری مسئلہ ہے اور اس کو اسی نظر سے دیکھنے اور اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

"برہان اور ندوۃ المصنفین خطرے میں"

افسوس اور پریشانی کے عالم میں یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ ان دلوں "ندوۃ المصنفین" اور اس کا ترجمان "برہان" دونوں بحران کا شکار ہیں۔ قارئین برہان اور ندوۃ المصنفین کے حلقے کے احباب جانتے ہیں کہ اپنی روش نہ الحاح وزاری کی ہے نہ شکوہ اور شکایت کی۔ ۱۹۴۷ء کی قیامت سر سے گذر گئی مگر ہم نے اُف نہیں کی حالانکہ ادارہ کی جان اس قیامت خیز بربادی کے بعد ہی نکل چکی تھی۔ "برہان" کا پہلا پرچہ جولائی ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تھا ۴۶ سال کی اس طویل مدت میں اس رسالہ پر ایسا کوئی وقت نہیں آیا کہ اس کی آمدنی اور مصارف کا توازن قائم نہ رہ سکا ہو۔ مگر یہ نقصان ادارہ کی مطبوعات کی فروخت سے پورا کیا جاتا رہا ۱۹۶۵ء سے پاکستان سے کاروبار بند ہوا تو ادارہ کی چولیں بھی ہل گئیں اور بڑی کشاکش سے یہ وقت گذرا۔ گذشتہ تین چار مہینوں سے مصارف ناقابل برداشت ہو گئے اور اسباب ظاہری کے اعتبار سے کوئی شکل ایسی باقی نہیں رہی کہ برہان کو جاری رکھا جا سکے، قیمت میں اضافہ کتنا کیا جائے؟ اور کہاں تک کیا جائے۔ عام طور پر قارئین رسالہ غیر مستطیع ہیں "برہان" جیسے علمی اور دینی رسالوں کا حلقہ اشاعت محدود ہی ہوتا ہے۔ ادارہ کی حالت یہ ہے کہ تمام نکلنے والی کتابوں کا میل ٹوٹ گیا ہے اور سردست ان کے شائع ہونے کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی۔ ۱۹۳۹ء سے ادارہ کی یہ روایت رہی ہے کہ ہر سال اپنے معاونوں کو چار جدید کتابیں دیتا رہا ہے۔ اس سال اب تک جدید کتب کی طباعت کا کوئی انتظام نہیں ہو سکا ہے ادارہ کے پاس کبھی کوئی محفوظ سرمایہ نہیں رہا۔ جرأت رندانہ ہی سے کام چلتا تھا افسوس ہے اب یہ جرأت بھی جواب دے رہی ہے۔ کاغذ کی قیمت پہلے ہی کیا کم تھی کہ ان دو مہینوں میں دگنی ہو گئی۔ اس وقت جو کاغذ برہان میں لگایا جاتا ہے اس کی قیمت ۵۰ روپیے فی رم ہے، اسی نسبت سے کتابت، طباعت اور دوسرے مصارف میں اضافہ ہو گیا ہے ان حالات میں کیا کیا جائے! اندازہ یہ ہے کہ جنوری ۱۹۸۴ء سے برہان کی اشاعت ملتوی کرنی پڑے گی۔ اور جب ادارہ سے جدید کتابیں شائع نہیں ہوں گی تو معاونوں سے فیس کیسے وصول کی جائے گی۔ اسی لیے بحالات موجودہ نہ صرف برہان بلکہ ادارہ کا وجود بھی خطرے میں ہے یہ سطریں اس لیے تحریر کی گئی ہیں کہ قارئین حالات کی نزاکت سے باخبر رہیں۔